Safeneeh
A Research Journal of Persian Language, Literature and Culture
No 14, 2016 pp 169-178

سفینه
مجلۀ تحقیقی در زمینۀ زبان ، ادبیات و فرهنگ فارسی
شمارۀ ١٤ ، ٢٠١٦ میلادی ، صص ١٦٩ـ ١٧٨

کشمیر میں فارسی زبان ایک تاریخی جائزہ

ڈاکٹر اصغر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ کشمیریات
جامعہ پنجاب، لاہور

چکیده:

ورود زبـان فـارسـی و آغاز دین اسلام در کشمیر در سده هشتم به توسط سید شـرف الدین ملقب به بلبل شاه شد. سید شرف الدین قبل از سید علی همدانی به کشـمیـر آمـد. در ایـن مـقـالـه تاریخ زبان فارسی در کشمیر با اختصار بیان شده است.

واژه های کلیدی: کشمیر میں فارسی زبان، سید علی همدانی، سید اشرف الدین.

فردوسی، مولانا جلال الدین رومی، سعدی اور حافظ جیسے شہرہ آفاق شعراء، رازی اور فارابی جیسے دانشوروں، عمر خیام اور ابنِ سینا جیسے مفکرین کی زبان فارسی کے کشمیر میں ورود اور اس کے ارتقا کے بارے میں صابر آفاقی رقمطراز ہیں:

> ''کشمیر میں دین اسلام اور فارسی زبان کا آغاز آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں ایک عالم اور صوفی سید شرف الدین عرف بلبل شاہ ترکستانی کے ذریعے ہوا۔ آپ ۷۲۵ھ میں سری نگر پہنچے اور اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا چنانچہ کشمیر کا راجہ رانچن شاہ (متوفی ۷۲۸ھ) جو بدھ مت کا پیروکار تھا۔ آپ ہی کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوا اور سلطان صدر الدین کا لقب اختیار کیا۔ وادی میں اسلام کی ترقی اور فارسی کی ترویج کے نتیجہ میں فارسی رسم الخط پھیلنے لگا۔ مگر کشمیر میں اس کا باقاعدہ نقطہ آغاز اس سال کو سمجھنا چاہیے جب سلطان زین العابدین معروف بڈ شاہ تخت نشین ہوا۔ یعنی عہد ۷۷۵ھ-۸۳۳ھ بنتا ہے۔ اس علم دوست اور عالم پرور سلطان نے فنونِ لطیفہ اور علومِ اسلامی اور فارسی زبان کی ترقی و ترویج کے لیے زبردست کوشش کی۔ کشمیر کے مورخ حسن شاہ کے بقول بڈ شاہ نے برصغیر پاک و ہند اور خراسان سے علماء و فضلاء کو کشمیر بلایا اور بڑے بڑے مناصب اور جاگیروں سے نوازا۔ تاکہ اہلِ کشمیران کے فضل و کمال سے استفادہ کر سکیں''۔[۴]

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشمیر میں فارسی زبان عام ہوگئی۔ جس کی وجہ سے کشمیری زبان و ثقافت کو بہت نقصان پہنچا۔ کشمیری زبان نے ایک مدت بعد سنسکرت کے مقابلے میں اپنی حیثیت کو منوایا تھا لیکن فارسی زبان کے آتے ہی کشمیری زبان کو پھر سے زوال کا سامنا کرنا پڑا۔ کشمیری زبان کے ممتاز

عالم عبدالاحد آزاد فارسی زبان کی کشمیر میں پذیرائی کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں:

> ''سلطان زین العابدین بڈ شاہ کے بعد کشمیری تہذیب وتمدن کا زوال شروع ہوا اور کشمیری زبان کے عروج کی جگہ فارسی زبان نے لے لی۔ فارسی زبان کا عام رواج ہوتے ہی باہر سے کامل الفن شعراء یہاں آئے۔ ان کے فیض و اثر سے یہاں بھی بڑے بڑے فنکار پیدا ہوئے۔ بعض فصحا نے تو اپنی قابلیت کے وہ جوہر دکھائے کہ فارسی کے اہل زبان تک انگشت بدنداں رہ گئے۔ لیکن فارسی کی اس سرمستی میں یہاں کے ادیب وشعراء اپنی مادری زبان کو بھول گئے۔ یہاں تک کہ پانچ سو سال تک کسی شاعر نے اپنی مادری زبان کی طرف توجہ نہیں کی۔ پانچ سو سال کے اس عرصہ میں کشمیر کی سرزمین نے جتنے شاعر اور ادیب پیدا کیے۔ انھوں نے اپنی تمام ادیبانہ اور شاعرانہ صلاحیتیں فارسی زبان کی زیب و آرائش پر صرف کر دیں۔ فارسی زبان نے کشمیر کے تمام پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے سحر میں لے لیا۔''[۲]

فارسی زبان کی وجہ سے کشمیر میں ایرانی کلچر نے بھی رنگ دکھایا۔ شعرا نے اپنی شاعری میں کشمیر اور ایران کا ذکر بھی ایک ساتھ کیا جس کی وجہ سے کشمیر کو ایرانِ صغیر بھی کہا گیا۔ کشمیر اور ایران کی تہذیب وتمدن میں بھی کچھ مماثلت تھی جس کی وجہ سے کئی ایرانی شعراء نے کشمیر کے بارے میں قصیدے لکھے:

> ''کشمیر کو جن مشابہتوں کی بنا پر ایرانِ صغیر کہا گیا ان کے بارے میں کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ کے مؤلف نے یہ رائے پیش کی ہے کہ: فارسی کا کشمیر سے خاص ربط رہا ہے اور یہاں کی علمی زندگی پر فارسی کا

بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ گزشتہ چھ ساڑھے چھ سو برسوں سے اس سرزمین سے فارسی کے ایسے عالم اور ادیب اٹھے جن کا مقام فارسی ادب کی تاریخ میں گھٹایا نہیں جا سکتا۔ کچھ تو اس وجہ سے اور کچھ آب و ہوا اور جغرافیائی خصوصیات کی یکسانیت کی سبب سے اہلِ ایران، کشمیر کو ایرانِ صغیر کے نام سے موسوم کرنے لگے تھے۔ بہرصورت وجوہات کچھ بھی ہوں یہ حقیقت ہے کہ کشمیر ہمیشہ ثقافتی، لسانی اور روحانی اعتبار سے ایران سے متاثر ہوتا رہا ہے لوگ آپس میں بات چیت بھی فارسی میں کرتے رہے ہیں۔ فارسی زبان ۱۹۲۴ء تک کشمیر کی سرکاری زبان رہی ہے۔''[۳]

حضرت بلبل شاہ کے بعد ایرانی مبلغین کا دوسرا کارواں حضرت سید علی ہمدانی کی قیادت میں کشمیر میں وارد ہوا۔ جس نے وادیِ کشمیر، گلگت بلتستان، تبت، لداخ، پونچھ اور کشمیر کے دیگر علاقوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی جس کی وجہ سے سارے کشمیر میں اسلام پھیلا اور ساتھ ساتھ فارسی زبان کی بھی ترویج ہوتی گئی:

''سید علی ہمدانی کی وفات کے بعد بھی ایران وکشمیر کے روحانی ولسانی رشتے برقرار رہے آپ کے لائق فرزند میر محمد ہمدانی (و:۷۷۴ھ-م:۸۹۸ھ) میں بعہد سلطان سکندر تین سو ایرانی علماء و صوفیاء کے ہمراہ کشمیر پہنچے اسلامی تہذیب وتمدن اور فارسی زبان کا جو پودا حضرت بلبل شاہ نے کشمیر کی خاک میں لگایا وہ اب قدآور درخت ہو چکا تھا۔ اس ارض بے نظیر کے باشندے فارسی شاعری کے اس قدر گرویدہ ہو چکے تھے کہ وہ شیراز کے گوشہ نشین شاعر حافظ کے کلام پر

رقص کیا کرتے تھے۔ کشمیریوں کی اس قدر دانی کی شہرت ایرانیوں تک
پہنچ چکی تھی۔ حافظ شیرازی (و: ۷۲۶-م: ۷۹۱ھ) میں اس کا خود بھی
اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

بــه شعـرِ حــافـظِ شیـراز مـی رقـصـند و می نـازند
سیــه چشـمــانِ کشـمیــری و تـرکـانِ سمـرقندی

یہ وہی زمانہ تھا جب فارسی کشمیر کی سرکاری زبان بنی، سلطان شہاب
الدین کشمیر کا بڑا فاتح اور علم دوست سلطان گزرا ہے۔ نظامی بدایونی
مولف 'قاموس المشاہیر' کے بقول اس عہد میں کشمیر اجتماعی لحاظ سے
کامل طور پر ایرانی تمدن کے زیرِ اثر آ گیا تھا۔''[۴]

کشمیر میں فارسی اور ایرانی تمدن کو سلطان زین العابدین (بڈ شاہ) کے دور میں بہت پذیرائی ملی اس کے دورِ حکومت میں ایران اور ترکستان کے صوفیاء اور علماء بڑی تعداد میں کشمیر آئے اور ان لوگوں کی کشمیر کی حکومت کی طرف سے بڑی آؤ بھگت کی گئی۔ اس پر ایران اور ترکستان کے حکمرانوں نے بڈ شاہ کو تحفے تحائف بھی دیے۔ سلطان زین العابدین (بڈ شاہ) کے ایران، ترکی اور خراسان کے حکمرانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے:

''زین العابدین (بڈ شاہ) کئی زبانوں کے عالم تھے اور ایک آدھ
کتاب انھوں نے خود بھی تالیف کی تھی۔ اس نے سری نگر میں دارالعلوم
اور دارالترجمہ قائم کیا تھا۔ دارالترجمہ میں مسلمان اور ہندو عالم شب و
روز سنسکرت کی کتابوں کے تراجم فارسی میں اور فارسی کتابوں کے تراجم

سنسکرت میں کرتے تھے۔ ان میں مہا بھارت، راج ترنگی اور کھتا سرت ساگر قابلِ ذکر کتابیں ہیں۔ جن کے ترجمے فارسی زبان میں کیے گئے۔ بڈ شاہ نے جو یونیورسٹی قائم کی تھی اس میں مندرجہ ذیل علماء درس دیا کرتے تھے۔ ملاّ احمد کشمیری، مولوی کبیر، ملا ندیمی، ملا صدر الدین کاشی، ملا جمیل، ملا احمد رومی، ملا علی شیرازی، مولانا حسین غزنوی، سید محمد بہقی، قاضی میر علی اور سید ناصر الدین بہقی، ان اداروں کے علاوہ سلطان مذکور نے ایک دار التصانیف اور ایک عظیم الشان لائبریری بھی قائم کی تھی۔ 'کشمیر' کی شہادت کے مطابق یہ لائبریری ایران و ترکستان کی لائبریریوں کے ساتھ برابری کرتی تھی۔'' ۵؎

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشمیر میں مسلمانوں نے تو بڑے ہی ذوق وشوق سے فارسی زبان اور ایرانی تمدن کو اپنایا بلکہ کشمیر کے ہندوؤں نے بھی فارسی زبان میں مہارت حاصل کر کے بڑے بڑے سرکاری عہدے حاصل کیے۔ اسی عرصہ میں کشمیر میں کاغذ سازی کی صنعت کو فروغ ملا۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عرصہ میں کشمیر پر ایران کے تمدنی، علمی اور لسانی اثرات مکمل طور پر چھا گئے تھے۔ اس بات کی تصدیق جی ایم ڈی صوفی کچھ یوں کرتے ہیں:

"It was peculiar, because the Kashmir poet utilized the Persian ways of expressing his emotions in the Persian idiom ready to his hand and suited to his purpose."٦؎

فارسی زبان کے شعراء نے اپنی شاعری میں کشمیر کو بے شمار دفعہ موضوع بنایا۔ ان میں سے کچھ شعراء کے اشعار درج ذیل ہیں۔ یہ اشعار کشمیر کی تعریف میں بھی ہیں اور کچھ اشعار میں کشمیر کا لفظ استعارے یا تشبیہہ کے طور پر بھی آیا ہے:

مارا رهِ کشمیر همی آرزو آید   ماز آرزوی خویش نتابیم به یك موی
گاه است که یکباره به کشمیر خرامیم   از دستِ بتان پهنه کنیم از سر بت گوی

فرخی سیستانی

گلبن حکایت از بتِ کشمیر میکند   سوسن نشان زبعتِ فر خار می و هد

ضیاءالدین ہردی

بلند قامت ایشان چو سرو در کشمیر   بدیع صورت ایشان چونقش در کشمیر

امیر معزی

ندانم از چهِ گل است آن نگار یغمائی   که خط کشیده در اوصافِ نیکوانِ چگل
بدین کمال ندارند حسن در کشمیر   چنین بلیغ ندارند سحر در بابل

سعدی شیرازی

ز شعرِ حافظِ شراز می گویند و می رقصند   سیه چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمر قندی

حافظ شیرازی

بریادِ دو زلفِ بت کشمیر نژادی   شد تار سر و مار سر از گریه دو چشمم

یوسف شاہ چک

دو شینه به چشمِ دل نهان از مردم   دیدم نه بهشت بلکه کشمیر دوم
خاکی ز عبیر و مشك آگنده خمیر   آبی ز صفا وجودِ خود یافته گم

محمد امین مستغنی

هر سو خته جانی که به کشمیر در آید   گر مرغِ کباب است که بابال و پر آید

عرفی

هـزار قـافلـهٔ شـوق میکـنـد شبگیـر　　　　کـه بـارِ عیـش کشـایـد بـه عرصهٔ کشمیر

فیضی

بــه شـکّـر دهــانــانِ هـنـدی نسـب　　　　بـــه رعـــنـــا مـلیـحـــانِ بـــرِ عـــرب

بـه تـرکــانِ غـارت گـرِ صـر و هوش　　　　بـــه کشـــمیـــریـــانِ صبـــاحـت فـروش

ظہور

فیـض پیـاله بخشد آب و هوای کشمیر　　　　از خشـتِ خـم نهاوند گویا بنای کشمیر

کشـمیر می ستانم از حق به جای جنت　　　　امـا نـمـی ستـانـم جـنت به جای کشمیر

طالب آملی

خـوشـا کشـمیـر و خـاك پـاكِ کشمیر　　　　کـه سر بـر ز د بهشـت از خــاكِ کشمیر

چـــه کشـمیـر آبـروی هـفـت کشـور　　　　نـــگـــاه از دیـــدنِ اُو تـــازه و تـــر

حاجی محمد جان قدسی

هـمـانـا کـافر است ایں کوهِ خونخوار　　　　کـــه دارد بـــر کـمـــر از راهِ زُنـــار

بــه ســامــاں رفتـنِ این راه زشت است　　　　مــجـرد شـو کــه ایـں راهِ بهشـت اسـت

محمد قلی سلیم

شـمیـمِ خُـلد گدای بهارِ کشمیر است　　　　شـگـفتـگـیِ گُـل خـارِ دیارِ کشمیر است

اگـرچه مایهٔ دلبستگی است قامتِ سرو　　　　عـنـانِ هـوش به دستِ چنارِ کشمیر است

ابوطالب کلیم

صبـح در باغِ نشاط و شام در باغِ نسیم　　　　شالا مار و لاله زار و سیرِ کشمیر است و بس

نامعلوم

کشمیر بود فصلِ خزان عالمِ نور　　بر طالبِ فیض دیدنش هست ضرور
گویی که درین باغِ چمن سازِ قضا　　آورده نهال شعله از خرمنِ طور

طغرا مشہدی

ز سیرِ ڈل دل و جان تازه گردد　　به ساغر عهد و پیمان تازه گردد
گلستان زیرِ آبش بی شمار است　　مگر آتش نقابِ نو بهار است

ظفر خان احسن

کشمیر از صباحت روشن گرِ جمال است　　حسنِ سیاه آنجا گرهست خال خال است

غنی کاشمیری

دانۀ سبحه شود سبز به دستِ زاهد　　گر به کشمیر چنین آب و هوا خواهد بود
هر که هست از اهلِ دیں گیرو ز دنیا گوشه ای　　من هم از عالم گرفتم گوشۀ کشمیر را

محسن فانی

بی رنج محال است به فردوس رسیدن　　همواریٔ رهِ گلشنِ کشمیر ندارد

نواب عاقل خاں

رُخِ تو کشورِ حُسن از خط بهار گرفت　　فضائے گلشنِ کشمیر را بهار گرفت

شاہ صادق قلندر

یہی نہیں کہ ایرانی شعراء نے کشمیر کے لیے فارسی زبان میں اشعار کہے بلکہ کشمیری شعراء نے بھی فارسی زبان میں شاعری کر کے بڑا نام کمایا۔ اگر آج ایران اپنے فردوسی، حافظ، رومی اور نظامی پر بہت ناز کر رہا ہے تو کشمیر بھی شائق، غنی کاشمیری، کامل اور صرفی پر فخر کرنے میں کچھ کم حق بجانب نہیں۔ عبدالوہاب شائق نے شاہنامے کی طرز پر کشمیر کی ایک منظوم تاریخ تصنیف کی جو ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ غنی کاشمیری کا دیوان کشمیر کی حدود سے باہر نکل کر ہندوستان اور ایران تک جا پہنچا اور استادانِ فن سے اپنے کمالات کا اعتراف کراتا رہا اور باوجود اس کے کہ فارسی شاعری میں صدہا

انقلاب آئے۔غنی کاشمیری کی زبان کو انقلاب کی ہوا سے کوئی گزند نہ پہنچا اور آج سالہا سال گزر جانے کے بعد بھی اس کے کلام پر فارسی شعرا انگلی نہیں اٹھا سکے۔مرزا اکمل دین بیگ کامل کی مثنوی بحر العرفان، صوفیانہ خیالات کے لحاظ سے عدیم النظیر چیز خیال کی جاتی ہے اسی طرح ملا یعقوب صرفی، ملا بہاؤ الدین، ملا حمید اللہ حمید کاشمیری اور دیگر شعراء فارسی زبان کے بلند پایہ شاعر مانے جاتے ہیں۔[۸]

حوالہ جات

۱۔ آفاقی، صابر، جلوۂ کشمیر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۵۸، ۱۵۹

۲۔ آزاد، عبدالاحد، کشمیری زبان و شاعری، جلد ا، جموں کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، سری نگر، ۲۰۰۵ء، ص ۴۰

۳۔ جلوۂ کشمیر، ص ۱۱۳

۴۔ ایضاً، ص ۱۱۶، ۱۱۷

۵۔ ایضاً، ص ۱۱۸، ۱۱۹

۶۔ Sufi, G.M.D, Kashmir, P.U Publications, Vol.1, p.448

۷۔ رامے، حنیف، ہفت روزہ 'نصرت' کشمیر نمبر، ۲۸/ فروری ۱۹۶۰ء، ص ۳۳۹-۳۴۰

۸۔ قریشی، عبداللہ، ہفت روزہ 'ادبی دنیا' کشمیر نمبر، مارچ ۱۹۶۶ء، ص ۲۱۹